کشمیر میں اسلامی علوم کا عروج وزوال

(ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری لکچرر عربی امر سنگھ کالج سرینگر (کشمیر)

عہدِ اسلام سے قبل کشمیر کا علمی مقام

اسلام داخل ہونے سے ہزاروں سال قبل بھی کشمیر علوم وفنون کا ایک مشہور مرکز اور تہذیب و تمدن کا ایک ممتاز گہوارہ تھا۔ بالخصوص ہندو اور بدھ دورِ حکومت میں یہاں کے اہل علم نے عقلی علوم اور فنونِ ادب میں اپنی گہری بصیرت اور صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ سنسکرت زبان جس طرح یہاں کے پنڈتوں کی کاوش کے بدولت مالامال ہوئی مشکل ہی سے ہندوستان کے کسی دوسرے علاقے میں اس جیسی مثال مل سکتی ہے۔ ابوریحان البیرونی (م ۴۴۰ھ) جب سلطان محمود غزنوی کے ساتھ کشمیر کے حدود تک پہنچا تو اس کو کشمیر کی اعلیٰ تہذیب وثقافت پر بڑا تعجب ہوا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی جلیل القدر تصنیف کتاب الہند میں کشمیر پر متعدد اوراق وقف ہیں۔ بلکہ البیرونی کو اس کتاب کی ترتیب میں بہت سے معلومات کشمیر کے اہل علم نے بھی بہم پہنچائے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ کشمیر اور وارانسی ہندوستان کے دو اہم علمی مرکز ہیں[ل] موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ "ویدوں کو کچھ ہی دن پیشتر ایک کشمیری پنڈت نے کتابی صورت دیدی۔ ورنہ اس سے پہلے ویدوں کا سارا دارومدار پنڈتوں کے حافظے پر تھا۔ جو نسلاً بعد نسلٍ اس کے اشلوکوں کو زبانی

ل AL.BERUNI.S KNOWLEDGE OF ENDIN GEOGRAPHY: B.C. LEW P: 5

یاد کرتے چلے آرہے تھے سلہ۔ یہاں کے ہندو اہلِ علم نے فلسفہ، الٰہیات اور شعر و ادب میں لاثانی ذخیرہ تیار کیا۔ بینرجی "S. C. Banerjee" لکھتا ہے: "شعرائے کشمیر نے ہندوستان کی سنسکرت سرمایہ شعر و شاعری میں کمیت و کیفیت اور مضامین کے تنوع میں نمایاں حصہ ادا کیا سلہ۔ اگر شعرائے کشمیر نے شعر (گوئی) کے مختلف اصناف میں نمایاں حصہ نہ بھی لیا ہوتا تب بھی نظم کی دو اہم صنفوں یعنی تاریخ اور فحش نگاری "Pornography" میں انھوں نے جو مقام و مرتبہ پایا وہ کشمیر کا نام ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے کافی تھا سلہ۳ کلہن پنڈت کی مشہور تاریخ کشمیر "راج ترنگنی" منظوم سنسکرت ہی میں ہے۔

علوم کی ترقی یہاں بھی مذہب ہی کے راستے سے عروج و اقبال کو پہنچی۔ کشمیر کی قدیم تاریخ کی روشنی میں یہاں کے لوگ ہمیشہ سے مذہبی رہے ہیں۔ قدیم ترین زمانے میں جب ہندوستان میں سانپ پوجا کا عقیدہ زوروں پر تھا تو کشمیر اہم ترین مراکز میں شمار ہوتا تھا۔ سلہ۴

سلہ علامہ سید مناظر احسن گیلانی ایک جگہ لکھتے ہیں: "عبداللہ یوسف علی (مفسر قرآن بزبانِ انگریزی) نے ہندوستانی اکیڈمی میں "ہندوستان کے ازمنہ وسطی کی معاشرت اور اقتصادی حالت" پر لیکچر دیا۔ سننے والوں میں ہندو مذہب کے مستند عالم اور مؤرخین بھی موجود تھے۔ جب انھوں نے البیرونی کے حوالہ سے مذکورہ بالا قول نقل کیا تو کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔" تدوین حدیث: مجلس علمی کراچی ۱۹۵۶ء، ص ۷۹

سلہ Cultural Heritage of Kashmir: S. C. Banerjee: P 48

سلہ Early History and Culture of Kashmir: R. C. Ray: P 140

بہترین تحفہ

قرآن شریف

قرآن شریف مترجم نورانی۔ سائز ۸/۳۰×۲۲ بڑے خوبصورت جلی حروف والا مجلد رنگین ٹائٹل۔ عمدہ طباعت اور گلیز کاغذ پر اتنے سستے ہدیے پر پہلی بار مارکیٹ میں لایا گیا ہے۔

ہدیہ عام: بارہ روپے — ہدیہ تاجرانہ: دس روپے

فوراً اس پتے پر ملیں۔ (عبدالرحمٰن عثمانی م مکتبہ برہان ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

جب بدھ مت کی ترویج ہوئی تو ہندوستان کو چھوڑ کر چین کے سربرآوردہ فضلا علم حاصل کرنے کے لئے کشمیر آتے تھے کنشک اور اشوک کی توجہ سے اِس رونق میں زبردست اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ کنشک نے تیسری عالمی بدھسٹ کونسل کشمیر ہی میں منعقد کی۔ اشوک نے جگہ جگہ وہار اور بدھ عبادت گاہیں تعمیر کیں۔ ان میں چار وہار ایسے تھے جن میں مقدس آثار "RELICS" رکھے گئے۔ ہیون سانگ نے، جس نے ۶۳۱ء میں کشمیر کی سیاحت کی، اپنے ورود کے دوران یہاں ایک سو سنگرام اور پانچ ہزار بدھ پادری پائے تھے۔ خود ہیون سانگ نے بھی چین واپس جاتے وقت کافی بدھ نوشتے اور کتبے اپنے ساتھ لئے تھے ۔ بدھ مت کا خاتمہ ہونے پر ہندو دھرم کا بول بالا ہوا۔ اب وشنو، شیو اور سوریا کی پوجا اور پرستش کرنے نیز ہندو دھرم کا فلسفہ سمجھنے اور سمجھانے کے لئے جگہ جگہ مندر تعمیر ہوئے، جو ہندو علماء سے معمور ہوتے تھے۔ کرکوٹ خاندان کے تمام حکمران اور اُت پال خاندان کے اونتی ورمن (۸۵۵ءتا ۸۸۳ء) نے ہندو دھرم کے متعصب پیرو ہونے کی بنا پر اس کی زبردست سرپرستی کی۔ جب آخر میں بدھ مت اور ہندو دھرم کے درمیان تصادم ہوا تو اس سے یہاں کے ہندو اہل علم میں ایک بڑا ذہنی انقلاب پیدا ہوا۔ انہوں نے اپنی عظیم الشان فطری ذہانت و بصیرت سے ایک دوسرا الہیاتی فلسفہ مرتب کیا جو یہاں کی علمی اور ذہنی کمالات کی تاریخ میں ہمیشہ روشن باب کی حیثیت سے زندہ رہے گا یہ فلسفہ عرف میں شیوازم کہلاتا ہے۔ یہ فلسفہ بہت جلد اتنا مقبول ہوا کہ اس پر سینکڑوں کتابیں وجود میں آئیں اور کشمیر نے اس میں ایسے باکمال علماء پیدا

سلہ چینی تذکروں کے مطابق جن مشہور چینی فضلا نے کشمیر میں علم حاصل کیا۔ ان میں چند کے اسماء یوں ہیں :-

واسومترا۔ واس نند، ارشو گھوسا۔ جاناترا۔ سنگھا بہادرا۔ درمت رات۔

تفصیل کے لئے ڈاکٹر سرلا کھوسلا کی "Buddhism in Kashmir" اور ڈاکٹر رائے کی "Early History and culture of Kashmir" ملاحظہ کی جاسکتی ہیں

سلہ Early History and culture of Kashmir. P. 146

کے جو دنیا کے ممتاز ترین عقلمندوں کی فہرست میں شامل کئے جانے کا حق رکھتے ہیں [1]

سید علی ہمدانی کا انقلاب کشمیر میں اسلام کی اشاعت باضابطہ طور پر میر سید علی ہمدانی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اشاعتِ اسلام میں میر سید علی ہمدانی کی محیرالعقول کامیابی کا راز یہ تھا کہ یہاں غیر معروف اور نامعلوم صوفیاء بہت پہلے سے وارد ہوئے تھے جنہوں نے شیخ ہمدانی کے لئے گویا میدان ہموار کیا تھا۔ مزید برآں بیرونی حملہ آوروں، سیاحوں اور مسلمان تاجروں نے بھی اسلام کے لئے راستہ ہموار کرنے میں اعلیٰ سطح کی خدمت انجام دی تھی۔ اسی کے ساتھ یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ اگرچہ شیخ ہمدانی سے پہلے یہاں مسلمان ضرور موجود تھے مگر وہ سب کے سب زیورِ علم سے عاری تھے۔ مسلمان علماء میں سے کسی بھی عالم نے یہاں ٹھہرنے کی ہمت نہ کی تھی۔ کیونکہ ہندو دورِ حکومت میں کسی مسلمان عالم کے لئے کشمیر میں کوئی علمی خدمت انجام دینے کی غرض سے اقامت کرنا ممکن ہی نہیں بلکہ محال تھا۔ پھر دینِ اسلام اور اسلامی علوم کی تحریری خدمت و اشاعت کا تصوّر بھی محال تھا۔ یہاں کی سرزمین بدھ مت اور ہندو دھرم کا گہوارہ تھی۔ کسی اسلامی علم، فن یا ادب کا اس زمانے میں نام لینا بھی بے معنی تھا۔ یہاں جو صوفیاء یا مبلّغین وارد ہوئے تھے ان کی سرگرمی خالص خاموش دعوت وارشاد اور درویشانہ بلکہ راہبانہ طریقِ زندگی اپنانے تک محدود تھی۔ یہ میر سید علی ہمدانی کی خداداد کشبہرت ہی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے جہاں ایک طرف یہاں کے باشندوں کو اسلام کی جانب کامیاب دعوت دی تو دوسری طرف تہذیب و تمدّن اور ادب و ثقافت میں بڑا انقلاب پیدا کیا اور سینکڑوں شاہیر علماء عراق و ایران کی مدد سے یہاں اسلامی تہذیب و تمدّن اور اسلامی ثقافت کی بنیاد ڈال دی۔ پروفیسر صاحبزادہ حسن شاہ لکھتے ہیں۔

---

[1] فلسفہ اور الٰہیات کے ان کشمیری فضلاء میں اُتپال "Utpala" ابی نواگپت "Abhinavagupta" کلات "Kalata" واسوگپت "Vasugupta" سوم آنند "Somananda" وغیرہم کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

ويقوم التاريخ شاهدا على أن وصول الحضارة العجمية في كشمير وازدهار الفنون والآداب في هذه الربوع يرجع فضله الى حضرة السيد[1]

تاریخ شاہد ہے کہ کشمیر میں عجمی تمدن کے ورود اور فنون و ادب کی رونق میر سید علی ہمدانی کے فضل و کمال کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر احسان اللہ رقمطراز ہیں:۔

شاہمدان و ہمراہان علاوہ برآنکہ کشمیریان را بہ اسلام رہبری کردند، ہنر و صنعت و زبان شیرین و نظم نمکین پارسی را ہم با خود بارمغان بردند و بمردم کشمیر سپردند از این روست کہ اہالی خطۂ کشمیر ہمہ مظاہر حیات و مبانی سعادت خود را از حضرت شاہمدان و برکات و فتوحات وے می دانند[2]

شاہمدان اور ان کے رفقاء، علاوہ اس کے کہ اہل کشمیر کو انہوں نے راہنمائی کی، انہیں صنعت و حرفت، قند پارسی اور شعر و سخن بطور ارمغان عطا کئے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے لوگ اپنے تمام مظاہر حیات اور سعادت و سرخروئی کے دوائم صرف حضرت شاہمدان کے فیوض و برکات کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

شیخ ہمدانی سے منتقد صوفی بزرگ سید عبدالرحمان بلبل شاہ صاحب کا کوئی تحریری سرمایہ ہمارے پاس نہیں ہے اور نہ تاریخوں میں اس کا کہیں کوئی تذکرہ ہے کہ انہوں نے کوئی قلمی خدمت انجام دی ہے۔ البتہ سلطان شہاب الدین (۱۳۵۵ء تا ۱۳۷۳ء) کے عہد میں ایک مشہور عالم کشمیر وارد ہوئے تھے جن کا نام ملا احمد تھا۔ انہوں نے فتاویٰ کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس کا نام بادشاہ کشمیر کے نام پر الفتاویٰ الشہابیۃ رکھا تھا۔ ممکن ہے یہ بزرگ بھی میر سید علی ہمدانی کے رفقاء میں سے ہی ہوں اور شیخ ہمدانی کی پہلی سیاحت

---

[1] "الارتقاء الثقافی بکشمیر فی عہد السلاطین" : ثقافۃ الهند (دہلی ۱۹۶۵) یولیو ص ۳۳

[2] اصول تصوف: دکتر احسان اللہ: طہران: ص ۲۹۵

علامہ اقبال جاوید نامہ میں کہتے ہیں

آفرید آں مرد ایران صغیر
با ہنرہائے غریب و دلپذیر

خطہ را آں شاہ دریا آستیں
داد علم و صنعت و تہذیب و دیں

کشمیر کے دوران یہاں آئے ہوں۔ یہ مسلّم ہے کہ شیخ ہمدانی سلطان شہاب الدین کے عہد میں ہی پہلی بار کشمیر آئے تھے۔

اصل میں میر سید علی ہمدانی کی علمی اور تبلیغی سرگرمی سلطان قطب الدین کے عہد میں شروع ہوتی ہے۔ جب شیخ ہمدانی کی سلطان علاؤالدین (۱۳۴۴ء تا ۱۳۵۵ء) سے ملاقات ہوئی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان مسلمان ہونے کے باوجود غیر اسلامی رسوم وعادات کا مرتکب ہو رہا ہے اس کا لباس ہندوانہ ہے اور نکاح میں ایک ساتھ دو سگی بہنیں رکھی ہیں تو انہوں نے سب سے پہلے سلطان کا قلب و ذہن مسخر کیا۔ پھر اُسے اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ شیخ ہمدانی سلطان کی اصلاح و تربیت میں کامیاب ہوئے۔ سلطان نے بطیب خاطر ایک بیوی کو علیحدہ کیا اور دوسرے معاملات میں بھی دینی تعلیمات کو نگاہ میں رکھنے کی کوشش کی۔[1]

شیخ ہمدانی نے تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ دینی علوم اور اسلامی تہذیب کی اشاعت و اقامت کی طرف بھی ممکن بھر توجہ کی۔ انہوں نے اپنے سینکڑوں رفقاء کو جنہیں انہوں نے وسط ایشیا سے اپنے ساتھ لایا تھا دعوت دین اور تربیت اخلاق کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور تعلیم و تربیت پر بھی مامور کیا۔ خود بھی سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں جن کے مضامین متنوع ہیں مگر اس شدید ذوق اور سرگرمی کے باوجود کشمیر میں اسلامی تہذیب پھیلنے میں وہ سرعت واقع نہ ہوئی جس کی توقع تھی۔ شیخ ہمدانی اگرچہ قلوب کی تسخیر میں قدم قدم پر کامیاب ہوئے مگر علوم اسلامیہ کی اشاعت اور لوگوں کو اس کی طرف راغب کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ خود شیخ ہمدانیؒ کو اس کا احساس تھا جیسا کہ شیخ عبدالوہاب نے لکھا ہے۔

وقتے فرمودند کہ مرا دریں زماں کسے نہ	ایک بار شیخ ہمدانی نے فرمایا: مجھے اس زمانے میں
شناخت۔ امّا بعدٗ بعد از وفاتِ من بصد	کسی نے نہ پہچانا۔ لیکن میری وفات کے ایک سو
سال طالباں پیدا شوند و قدرِ من شناسند	سال بعد طالب اور جویانِ علم پیدا ہوں گے اور
و از کتب و رسائل من فوائد ــــــ	میری قدر و قیمت پہچانیں گے۔ وہ میرے کتب و

[1] سلطان علاؤالدین کے پیش رو سلاطین بھی برائے نام مسلمان تھے۔ ایک تذکرہ نگار لکھتے ہیں:۔
"سلاطینِ کشمیر اگرچہ نامِ اسلام داشتند لیکن اکثر رسومات کفریہ فعل مے آوردند"
فتحاتِ کبرویہ (قلمی) شیخ عبدالوہاب نوری (نسخہ ریسرچ لائبریری سرینگر)

گرفتہ بہرۂ کمال یابند واز وجودِ موہوم منخلع شدہ بوجودِ حق متجلی گردند۔ [1] رسائل سے استفادہ کر کے کمال پائیں گے۔ اس طرح خیالی وجود سے ہٹ کر وجودِ کامل سے روشن ہونگے

کشمیر میں دینی علوم اور اسلامی ثقافت کی اشاعت میں سُرعت واقع نہ ہونے کے کئی وجوہ تھے جن میں چند حسب ذیل ہیں:۔

اوّلاً:۔ کشمیر کے لوگ ہزاروں سال سے بدھمت اور ہندو دھرم کے معتقد چلے آئے تھے وہ اب شیخ ہمدانی کی مساعی جمیلہ سے ایک نئے مذہب اور ایک نئی تہذیب میں داخل ہو رہے تھے مگر بصدقِ دل ایمان لانے کے باوجود غیر اسلامی مراسم سے انقطاع آہستہ آہستہ عمل میں آیا۔

ثانیاً:۔ کشمیر دیگر اسلامی ممالک سے اپنی خاص جغرافیائی ہیئت کی بناپر بعید تھا اور تعلقات بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ کشمیر کی ہندو تہذیب اور مسلمانوں کی اسلامی ثقافت دو علیحدہ چیزیں تھیں۔ اس وجہ سے بھی انہیں ایک دوسرے کے قریب آنے کی ضرورت کبھی واقع نہ ہوئی

ثالثاً:۔ اہلِ کشمیر کی زبان سنسکرت تھی اور عربی زبان کا اس کے ساتھ کوئی واسطہ بھی نہ تھا۔ سنسکرت زبان کا ذوق اسلام آنے کے بعد بھی صدیوں تک قائم رہا۔

اِن تمہیدی سطور کے بعد ہم کشمیر میں دینی علوم کے عروج و زوال کا مختصر مگر سلسلہ وار جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ علماءِ کشمیر کو تاریخ نے کب علمی خدمات انجام دینے کا موقع فراہم کیا۔ نیز ایک محدود مدت میں انہوں نے جو محیّر العقول کارنامے انجام دیئے اُن کے پیچھے کونسے اسباب و عوامل کارفرما تھے۔

اسلام داخل ہونے کے بعد کشمیر سیاسی اعتبار سے چھ مختلف ادوار سے گزرا۔ یعنی نو مسلم حکمران سلطان صدر الدین (سابق رنچن) کے بعد عصرِ حاضر (۱۹۴۷ء) تک چھ مختلف خاندانوں نے کشمیر پر حکومت کی۔ (۱) شاہمیری (۲) چک (۳) مغل (۴) دُرّانی (۵) سکھ (۶) ڈوگرہ۔

شاہمیری خاندان:۔ کشمیر پر شاہمیری خاندان کے سترہ حکمرانوں نے کم و بیش سوا دو سو سال یعنی (۱۳۳۹ء تا ۱۵۶۱ء) تک حکومت کی۔ اِن حکمرانوں میں چند ایسے بھی خوش قسمت نکلے جنھیں دوسے لیکر

---

[1] فتحات کبرویہ (قلمی)۔

پانچ مرتبہ حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ ان میں علوم کی اشاعت اس خاندان کے چوتھے سلطان "قطب الدین" کے عہد سے شروع ہو کر سلطان زین العابدین کے عہد میں پورے عروج کو پہنچی۔ سلطان قطب الدین کے عہد کی قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اسی زمانے میں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے دوسری مرتبہ کشمیر تشریف لا کر کشمیر کی سیاست کا رُخ بدل دیا۔ مزید برآں شیخ ہی کے ایما پر مجھے کے سات سو شیوخ دا کابر کا کارواں کشمیر میں داخل ہوا۔ ان بزرگوں نے جگہ جگہ تبلیغی مراکز قائم کئے اور کشمیر کو اپنا مستقل وطن بنایا۔ ان میں سید جمال الدین بخاری جیسے محدث و مفسر بھی تھے۔ سید محمد اور سید احمد ایک بڑا کتب خانہ لیکر آئے تھے مگر راستہ میں ڈاکوؤں نے کتابوں کی بوریوں کو قیمتی مال و متاع سمجھ کر چُرا لیا۔ ایک اور عالم سیّد محمد کاظم تھے۔ انہیں شیخ ہمدانی نے اپنے کتب خانے کا لائبریرین بنایا تھا۔ سید رکن الدین اور سید محمد فخرالدین آدابِ دین اور ارکانِ شریعت کی تعلیم و تدریس پر مقرر ہوئے تھے۔ شیخ قوام الدین بدخشی بلند پایہ عالمِ تصوّف تھے۔ محمد الشامی علومِ عربیہ کے جلیل القدر فاضل تھے[1] غرض ان سات سو سادات و شیوخ نے اس دور میں کشمیر میں علم کے بازار کو رونق بخشی جب مسلمانوں کا سیاسی انحطاط چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ صوفیائے کرام اور علماءِ عظام مشرقِ وسطیٰ اور وسط ایشیاء سے ہجرت کر کے ہندوستان کا رُخ کرتے تھے انہی میں بہت سے بزرگوں کو کشمیر خاص طور پر اپنا ملجا اور ماویٰ نظر آیا جب انہوں نے یہاں قدم جمائے تو اپنی علمی اور روحانی طاقت سے قدیم کشمیر کی قلب ماہیت کر دی۔ دوسری طرف وقت کا حکمران بھی شیخ ہمدانی کی اصلاح و تربیت کے بدولت صالح اور عابد بننے کے علاوہ اسلامی تعلیمات عام کرنے کی طرف راغب ہو چکا تھا۔ اس لئے اب اشاعتِ علم میں کوئی رکاوٹ حائل نہ تھی۔

یوں تو اس زمانے میں اکثر علماء کی قیام گاہیں اور بیشتر مساجد درس و تدریس اور اصلاح و تربیت کے مستقل مرکز ہوا کرتے تھے مگر سلطان قطب الدین کے زمانے میں تین دینی مدارس خاص طور پر مشہور ہوئے۔ انہوں نے بہت جلد دار العلوم کی حیثیت اختیار کی۔

---

[1] یہ معلومات فتحاتِ کبرویہ (قلمی) مؤلفہ شیخ عبدالوہاب نوری سے ماخوذ ہیں۔

مدرسۂ سلطان قطب الدین: سلطان نے اپنے بسائے ہوئے شہر قطب الدین پورہ (سرینگر) میں ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ اس کے ساتھ ایک ہوسٹل بھی بنوایا جس میں دور دراز کے طلباء اقامت کرتے تھے ان کے لئے حکومت ہی کی طرف سے طعام و قیام اور مصارفِ تعلیم کا مفت انتظام تھا۔ طلباء سے کوئی فیس نہ لی جاتی تھی [1]۔ اس مدرسے کے پہلے صدر مدرس حاجی محمد فاری تھے۔ چکوں کے آخری دورِ حکومت میں اس منصب پر مولانا رضی الدین فائز ہوئے۔ مولانا کے علم و فضل کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ علامہ داؤد خاکی کشمیری جیسے فقیہہ اور صوفی عالم اور مولانا شمس الدین پال کشمیری محدث ان کے تلامذہ میں سے تھے۔ جہانگیر کے عہد میں یہ منصب مولانا جوہر ناتھ کشمیری محدث (شاگرد علامہ حافظ ابن حجر مکی) کے حصے میں آیا۔ اس یونیورسٹی کے اساتذہ میں ملّا محسن فانی (استادِ غنی کشمیری) مولانا عبدالستار کشمیری اور مولانا حاجی شیخ گنائی کشمیری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء میں علامہ داؤد خاکی، ملّا طاہر غنی عشائی۔ محمد زماں نافع، خواجہ قاسم ترمذی اور مولانا محمد کاؤس کے نام سرِ فہرست ہیں۔ یہ دارالعلوم صدیوں تک علم و ادب کا مرکز رہا۔ یہاں تک کہ سکھ حکمرانوں نے اس کے ذرائع آمدنی ختم کر کے اسے مقفل کرا دیا۔ اگر یہ دارالعلوم اس حادثے کا شکار نہ ہوا ہوتا تو یہ آج کشمیر میں کم از کم مدرسۂ نظامیہ کا مثنیٰ سمجھا جاتا۔

مدرسۃ القرآن:۔ سلطان قطب الدین نے قرآنِ حکیم کی تعلیم عام کرنے کے لئے میر سید علی ہمدانی کے کہنے پر ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ اس مدرسے نے وسیع پیمانے پر قرآن اور قرآنی تعلیم سے اہلِ کشمیر کو روشناس کیا۔ مشہور بزرگ اور عالمِ قرآن ابوالمشائخ شیخ سلیمان کو اس مدرسے کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ شیخ موصوف کو حکومت کی طرف سے امام القرّاء کا خطاب بھی ملا تھا۔

مدرسۂ عروۃ الوثقیٰ:۔ قطب شاہی عہد کے مدارس میں شیخ جمال الدین محدث کی درسگاہ (متصل موجودہ فتح کدل سرینگر) قابلِ ذکر ہے۔ موصوف حضرت میر سید علی ہمدانی کے رفیق تھے۔ کشمیر کے ایک قدیم مؤرخ سید علی رقمطراز ہیں:۔

سید جمال الدین کہ عزیزی محدث و مفسر بود
در علوم دینی و در علم منطق و ہیئت کمال داشتہ

سید جمال الدین جو محدث و مفسر تھے، دینی اور
عقلی علوم میں کمال رکھتے تھے۔ انہیں سلطان

(1) HISTORY OF KASHMIR BY G.M.D SUFI Vol II P 346

سلطان قطب الدین بہ مدد تفاخر از خدمت امیر کبیر او را طلب داشتہ دریں دیار گرفتہ اکثری از ساکنانِ ایں ممالک را مستفید شدند۔ [۱]

قطب الدین نے میر سید علی ہمدانی کی مجلس سے بعد فخر طلب کر کے کشمیر میں ٹھہرایا۔ کشمیر کے اکثر لوگ ان سے مستفید ہوئے۔

کشمیر کی علمی تاریخ میں ان کا مدرسہ "مدرسۂ عروۃ الوثقیٰ" سے مشہور رہا اور عام بول چال کی زبان میں یہ نام بگڑ کر "ار وَ تھَہ" میں بدل گیا۔

سلطان سکندر اور عربی علوم اور اسلامی ثقافت کی اشاعت سلطان قطب الدین نے سولہ سال حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سکندر تخت نشین ہوا۔ یہ پہلا مسلمان حکمراں گزرا ہے جس نے اسلام پھیلانے کے لئے طاقت و سطوت کو بھی استعمال میں لایا۔ سکندر نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اسی لئے اسلامی توانین کے نفاذ میں اس نے سختی سے بھی کام لیا اور اسی وجہ سے کشمیر کی تاریخ میں سکندر بت شکن کے نام سے مشہور ہوا۔ عصرِ حاضر کے چند مؤرخین سکندر کے بارے میں کئی تاریخی غلطیوں کے شکار ہوئے ہیں [۲]۔ یہاں تک کہ عبدالمجید صاحب سالک اس کو سکندر لودھی سمجھتے ہیں [۳]

سکندر کی مذہبیت سلطان سکندر (۱۳۸۹ء تا ۱۴۱۳ء) نے بتحقیق مصنف بہارستانِ شاہی ۲۵ سال ۹ ماہ اور ۶ یوم حکومت کی ہے [۴] اسلام کی اشاعت میں اس نے گہری دلچسپی لی بعد کے ہندو اور مسلمان مؤرخوں نے اسے بڑی مبالغہ آمیزی سے بیان کیا ہے۔ سلطان کا معاصر برہمن عالم اور مؤرخ جون راج بھی سلطان کے عہد کے حالات بیان کرتے میں بڑا فیر ذمہ وار واقع ہوا ہے۔ موصوف نے ایک جگہ لکھا ہے۔ جس طرح آندھی درختوں کو اکھاڑتی ہے اور ٹڈیاں شالی برباد کرتی ہیں اسی طرح دیلادُں

---

[۱] تاریخ سید علی (قلمی) نسخہ ریسرچ لائبریری سرینگر۔

[۲] جیسے مولانا ذکاء اللہ "تاریخ ہند" میں اور مولانا محمد سعید مارہروی "امراء ہنود" میں مطبوعہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ ۱۹۱۰ء ص ۲۲

[۳] مسلم ثقافت ہندوستان میں۔ عبدالمجید سالک، "کشمیر" ادارۂ ثقافتِ پاکستان

[۴] Buddhism in Kashmir and Ladakh J.N. Ganhar: P.145

(مسلمان مراد ہیں) نے کشمیر کی ساکھ تباہ و برباد کی۔۔۔۔ بادشاہ نے کسی شہر، قصبہ اور گاؤں میں مندروں اور بتوں کو شکست و ریخت کے بغیر نہ چھوڑا[۱]۔ مسلمان مؤرخوں کی بے اعتدالی کی وجہ یہ ہے کہ وہ سلطان کی مذہبیت اور ترویجِ اسلام سے بے حد خوش ہوئے اور اسی مسرت میں واقعات بیان کرنے میں غلو سے کام لیا۔ یہ اہلِ قلم اس حد تک گئے ہیں کہ لکھتے ہیں: میر سید محمد ہمدانی (فرزند میر سید علی ہمدانی و مُرشد سلطان سکندر بت شکن) نے اہلِ ہنود کی تمام کتابیں جمع کیں اور ایک جھیل کو اُن سے پُر کیا جس سے لوگوں کو جھیل پار کرنے کے لئے راستہ مل گیا[۲]۔ مگر یہ دعویٰ صریح غلط ہے۔ متعصب مؤرخ جون راج نے یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بلکہ موصوف نے میر سید محمد ہمدانی کو بھی دیکھا تھا۔ کمالِ تعصب کی بنا پر اُس نے میر سید محمد ہمدانی کے والدِ بزرگوار میر سید علی ہمدانی کا نام بھی اپنی تاریخ میں نہ لیا ہے مگر اس کے عین برعکس سید محمد ہمدانی کے بارے میں موصوف رقمطراز ہے۔ محمد اپنے رفیقوں میں ایسا ہی ہے جیسا تاروں میں چاند[۳]۔

ہندو مؤرخین نے مبالغہ آمیزی سے اس لئے کام لیا کہ کشمیر کی قدیم تہذیب میں غیر معمولی بھونچال آ گیا تھا اور اس کا خاتمہ بڑی تیزی کے ساتھ ہو رہا تھا۔ پھر ٹھیٹھ مذہبی طبقے (برہمن) پر یہ شاق گزر رہا تھا (اور ایسا ہونا فطری بھی تھا) کہ ہزاروں لوگ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر رہے ہیں اور وہ اپنے ہم وطنوں کو بھی تبدیلی مذہب کی دعوت دے رہے ہیں۔ پروفیسر محب الحسن جون راج کے مذکورہ بالا بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مؤرخ مذکور متعصب برہمن تھا اور سلطان سکندر کا نو مسلم وزیر ملک سیف الدین (سابق سوہ بٹ) بھی اسلام لانے سے قبل اسی طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ مؤرخ مذکور نے وزیر موصوف کے قبولِ اسلام پر سخت برہمی کا اظہار کیا[۴]۔ اس نے مبالغہ آمیز بیانات ہی سے دل کے پھپھولے توڑ دیئے۔ ورنہ اگر یہی حقیقت ہوتی کہ سکندر نے کشمیر کے تمام آبت خانوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا تو کشمیر میں ایک بت خانہ بھی موجود

---

[۱] تاریخ بہارستانِ شاہی (قلمی) نسخہ ریسرچ لائبریری سرینگر۔ [۲] تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۸۰، شعبۂ تحقیق و اشاعت سرینگر

[۳] Rajataranginni : Jonaraja: Ed: Prof S.K. Koul : P 99

[۴] Kashmir under the sultans : P 65-66, Edition: II : Hoshiyar Press 1965

نہ ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ (بہ تحقیق پروفیسر محب الحسن) مرزا حیدر دوغلات (حملہ کشمیر ۱۵۲۲ء) نے اپنے دور کے حالات میں لکھا ہے کہ کشمیر میں ایسے ایک سو پچاس[۱۵۰] مندر پائے جاتے ہیں جن کی نظیر ملنی مشکل ہے ایسا ہی ابوالفضل نے بھی ذکر کیا ہے۔ مندروں کی تعداد گھٹنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب لوگ کثیر تعداد میں مسلمان ہوئے تو انہوں نے خود ہی مندروں کو مسجدوں میں بدل دیا۔ مزید برآں زلزلوں کی وجہ سے بھی بہت سے مندر تباہ ہو گئے تھے[۱]۔

سکندر پہلا کشمیری سلطان تھا جس نے شریعتِ اسلامیہ عملاً نافذ کرنے کی طرف توجہ کی[۲] اس میں میر سید محمد ہمدانی کی صحبت اور تربیت کا بھی بڑا دخل تھا۔ شیخ ہمدانی سلطان سکندر ہی کے عہد میں تین سو علماء و صوفیاء کے ساتھ کشمیر تشریف لائے تھے سلطان ان کا بڑا معتقد تھا۔ اس کے علاوہ سلطان کے نومسلم وزیر ملک سیف الدین نے اپنی بیٹی کا نکاح بھی سید محمد ہمدانی کے ساتھ کیا تھا سید محمد ہمدانی کو بھی سلطان سکندر کا بڑا احترام تھا اور اپنا ایک علمی رسالہ سلطان ہی کے نام سے موسوم کیا جو الرسالۃ الاسکندریۃ کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کتاب الاخلاق اور شرح شمسیہ نام کے دو اور رسالے لکھے ہیں اور دونوں قلمی صورت میں آج بھی موجود ہیں۔

سکندر نے تمام غیر اسلامی رسوم اور خلافِ شریعت آداب پر پابندی عائد کی ان میں گانا بجانا اور ناچ نغمہ شامل ہیں[۳]۔ ہندوؤں کو ماتھے پر قشقہ کھینچنے کی اجازت نہ دی۔ مملکت (کشمیر) میں شیخ الاسلامی کی سرپرستی میں ایک مستقل ادارے کا قیام عمل میں لایا اور تمام دینی اور ملکی معاملات میں شیخ الاسلام ہی کی طرف رجوع کرتا تھا۔ رفاہِ عامہ کے لئے جتنے بھی تعمیری کام انجام دیئے جا سکتے ہیں ان کی طرف توجہ دے دی۔ کئی خانقاہیں بنوائیں۔ ہسپتال تعمیر کئے جہاں ادویہ کے علاوہ مفت خوراک میسّر تھی۔

---

[۱] Kashmir under the Sultans : P 65-66) Edition II

[۲] سکندر کی اسلام پسندی اگرچہ ایک حقیقت ہے مگر متعصب مؤرخوں نے اس کو بیان کرتے وقت سخت مبالغہ آمیزی بھی کی۔ عصر حاضر کے سارے تحقیق پسند اہل علم نے اس کے شدید بت شکن ہونے کی غلط فہمی کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اس میں ڈاکٹر صوفی، پروفیسر محب الحسن اور ڈاکٹر آر۔ کے۔ پارمو کی تاریخیں قابلِ ملاحظہ ہیں۔

علوم اسلامیہ کی سرپرستی:- اسی طرح علم کی سرپرستی سے بھی سلطان سکندر غافل نہ رہا۔ اس نے جامع مسجد کے ساتھ ایک دارالعلوم بنایا۔ سید محمد علی بخاری اس دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے اور مشہور علماء مدرسین میں مولانا محمد یوسف کشمیری (استاد فلسفہ) مولانا سید حسین منطقی (استاد منطق و ماورائے طبیعیات) مولانا صدرالدین کاشی (ریاضی داں) اور مولانا محمد افضل بخاری (محدث) کے نام قابل ذکر ہیں ؎۱۔ سکندر کے عہد میں کشمیر کی سرزمین مساجد و مدارس سے معمور تھی۔ کیوں کہ اس دور میں ایران، عراق، خراسان اور ماوراءالنہر سے جتنے بزرگ یہاں آئے وہ سب بلند پایہ اہل علم تھے۔ انہوں نے جہاں قیام کیا وہاں درس و تدریس کی مجلسیں گرم ہوئیں۔ انہی میں سید حسین شیرازی کو کشمیر کا قاضی بنایا گیا۔ سید احمد اصفہانی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ سید محمد خوارزمی اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے۔ سید جلال الدین بخاری تصوف کے سربرآوردہ عالم تھے۔ سلطان کی فیاضی اور علم دوستی نے کشمیر کو علم و ادب کی ترقی و ترویج میں عراق اور خراسان کے ٹکر کا بنایا۔ ابوالقاسم فرشتہ رقمطراز ہے:-

سلطان سکندر بمرتبۂ سخاوت داشت کہ از شنیدن آوازۂ آں دانشمندانِ عراق و خراسان وماوراءالنہر ملازمتش آمدند و علم و فضل و اسلام در مملکتِ کشمیر رواج تمام پیدا کردہ نمونۂ عراق و خراسان گردید۔ ؎۵۲

سلطان سکندر فیاضی اور دریا دلی میں ایسا مقام حاصل کر گیا کہ اس کی شہرت سنتے ہی عراق، خراسان اور ماوراءالنہر سے علماء اور دانشمند اس کی ملازمت اختیار کرنے کی غرض سے وارد کشمیر ہوئے جس سے کشمیر میں علوم کی ایسی عظیم الشان ترویج ہوئی کہ کشمیر عراق اور خراسان کا مثنیٰ بن گیا۔

سلطان سکندر کے عہد میں امیر تیمور گورگانی اکناف و اطراف کو زیر و زبر کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا ممکن تھا کہ وہ کشمیر کو بھی بربادی کا نشانہ بناوے۔ بلکہ قریب پہنچ بھی گیا تھا مگر سلطان سکندر نے تیمور کو کشمیر کی طرف رُخ کرنے کا موقعہ دیئے بغیر دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں پہل کی۔ اس نے اپنے ایک

؎۱ ڈاکٹر صوفی: ج ۲ ؎۵۲ تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۳۴۱

درباری عالم مولانا نورالدین کے ذریعہ اس کو تحائف بھیج دیئے اور اطاعت نامہ بھی پیش کیا۔ تیمور اس سے خوش ہوا اور سکندر کے ایلچی کو خلعت سے نوازا۔ ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا کہ سکندر شاہ کو اپنی فوج ہماری فوج میں شامل کرنی چاہئے۔ [1]

سلطان زین العابدین اور علوم اسلامیہ کی ترقی و ترویج

سلطان سکندر کے بعد اس کا بیٹا علی شاہ (۱۴۱۳ء تا ۱۴۱۹ء) سات سال تک تخت نشین ہوا۔ چوں کہ وہ اس وقت چھوٹا تھا اس لئے عنانِ حکومت عملاً اس کے وزیرِ اعظم ملک سیف الدین کے ہاتھ میں رہی۔ وزیر موصوف نے بصدقِ دل اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے تعصب کا اندازہ اس سے ہوگا کہ موصوف نے غیر مسلموں پر زیادتیاں کیں بلکہ جیسا کہ جون راج نے لکھا ہے، بعضوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور بھی کیا۔ اسی بنا پر بعض راسخ العقیدہ ہندو اہل قلم سکندر سے زیادہ اسی نو مسلم وزیر اعظم کو اپنی سخت تنقید اور غم و غصّے کا نشانہ بناتے ہیں [2] علی شیر چھ سال اور نو ماہ حکومت کرنے کے بعد [3] سیاست سے مکمل طور پر کنارہ کش ہوا اور زمام اقتدار اپنے بھائی سلطان زین العابدین کے حوالے کی اور حج کے ارادے سے ۸۲۶ھ میں حرمین کی جانب روانہ ہوا۔[4] مگر جموں پہنچے پر اس کے غیر مسلم نانا نے (بلا دیو) جو جموں کا راجہ بھی تھا، کشمیر واپس لوٹنے اور بھائی سے اقتدار دوبارہ حاصل کرنے پر اُبھارا۔ اور فوجی مدد کے ساتھ کشمیر واپس لوٹا دیا۔

سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کو سلاطینِ کشمیر میں وہی مقام حاصل ہے جو مغل سلاطین میں اکبر کے لئے مخصوص ہے۔ مگر اکبر اور زین العابدین میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ زین العابدین جمہوری قدروں کا معتقد ہونے کے ساتھ ساتھ باعمل مسلمان بھی تھا۔ صوم و صلوٰۃ کا بڑا پابند تھا، چند جلیل القدر روحانی پیشوا جن میں سید ناصر بیہقی بھی ایک تھے، سے معنوی فیوض و برکات حاصل کرتا تھا [5] اس کے برعکس اکبر اسلام سے اعتقادی اور عملی دونوں حیثیتوں سے منحرف تھا۔ مُلّا عبدالقادر بدایونی کے بیانات میں اگرچہ مبالغہ آمیزی ضرور پائی جاتی ہے مگر اکبرِ اعظم کے ہندوانہ رسوم و بدعات پر عمل اور دینِ الٰہی کی تخلیق کو زین العابدین کی جمہوریت پسندی کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں ہے۔

---

[1] تاریخ روضۃ الصفا:- میر خواند ج ۶ ص ۳۱۸ [2] بطور مثال ملاحظہ کیجئے۔
Buddism in Kashmir & Ladakh: J. N. Ganhar 145
[3] بہارستان شاہی (قلمی) [4] تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۴۰

زین العابدین کو کشمیر پر پورے پچاس سال (۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء) تک حکومت کرنے کا موقع ملا۔ اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے باپ سکندر کے ہاتھوں جن غیر مسلموں کو جسمانی اور ذہنی اذیتیں پہنچی تھیں ان کی تلافی کی طرف توجہ دے دی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ سلطان زین العابدین ایک بار سخت بیمار ہوا۔ تمام اطباء وقت، جو اس وقت کشمیر میں موجود تھے اس کا علاج کرنے میں ناکام ہوئے۔ مگر اچانک ایک معمولی درجہ کے پنڈت حکیم نے سلطان کی جان بچانے میں کامیابی حاصل کی۔ رو بصحت ہونے پر سلطان نے پنڈت سے طبابت کے معاوضہ کے بارے میں پوچھا اس نے سیم وزر سے بے نیازی کا اظہار کر کے مفرور کشمیری غیر مسلم باشندوں کی دوبارہ آبادکاری کی درخواست کی۔ سلطان نے نہ صرف یہ درخواست منظور کی بلکہ رواداری کا ایسا اعلیٰ ثبوت پیش کیا کہ راسخ العقیدہ مسلمان بدظن ہوئے اور انہوں نے اس پر کفر نوازی کا الزام عائد کیا سلطان نے پورے ملک (کشمیر) میں مذہبی آزادی کا فرمان جاری کیا اور مذہب میں جبر و قہر کا کلی خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح غیر مسلموں کو اپنے مذہبی رسوم، آداب، معتقدات، عبادات اور شعائر پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دے دی حتیٰ کہ ستی کی رسم سے بھی پابندی ہٹا دی۔ وہ خود بھی ان کی مذہبی مجلسوں میں حاضر ہوتا تھا۔ گاؤکشی پر قانونی پابندی عائد کی۔ ٹیکس اور جزیہ کو ختم کیا۔ دربار کو جہاں مسلمان علماء اور شعراء سے آراستہ کیا وہاں اُن کے دوش بدوش ہندو مذہب اور بدھ مت[1] کے فضلاء کو بھی جگہ دی۔ مندروں کو تعمیر کرنے اور ان میں بتوں کو نصب کرنے کی پوری اجازت بخشی۔ غرض زین العابدین نے کشمیر کے غیر مسلم کے ساتھ غیر معمولی رواداری سے کام لیا۔ اسے مسلمان مؤرخین سلطان کا ناقابل عفو جرم قرار دیتے ہیں۔ ایک کشمیری مؤرخ کے الفاظ یوں ہیں۔

عیب کل و قصور تمام دے این بود کہ کفرۂ کافری و بت پرستی و بت گری کہ بدولت سکندر بت شکن مغفور معدوم شدہ بود، در ممالک کشمیر ہیچ اثرے ازاں باقی نماندہ بود زین العابدین باز قواعد کفر و بت پرستیہا برپا ساخت[2]

زین العابدین میں اگر کوئی عیب اور قصور تھا تو بس یہ تھا کہ جو بت پرستی اور بت گری سکندر بت شکن مرحوم کے ہاتھوں معدوم ہو گئی اور جس کا کشمیر کے حدود مملکت میں نام و نشان باقی نہ رہا تھا زین العابدین نے پھر ان قواعد کفر و شرک کو زندہ کیا۔ (ترجمہ)

---

[1] مسٹر گنہار "J.N. Ganhar" گمان کرتے ہیں کہ زین العابدین کے دو درباری علما بدھا بٹ "Buddha Bhatta" اور کرپورابٹ "Karpora Bhatta" دونوں بدھ اہل علم تھے۔

[2] بہارستان شاہی (قلمی)